OPEN ACCESS
Al-Nasr
ISSN (Online): 2958-9398
ISSN (Print): 2959-1015
https://alnasrjournal.com

پاکستان میں سول سوسائٹی کا کردار: اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ایک مطالعہ

Role of Civil Society in Pakistan: A Study in the Light of Islamic Teachings

Dr. Muhammad Kalim Ullah Khan

Assistant Professor, Head of the Department of Islamic Thought and Civilization (ITC), University of Management and Technology (UMT), Sialkot Campus

Shamas Pervaiz

M Phil Scholar, Department of Islamic Thought and Civilization (ITC), University of Management and Technology (UMT), Sialkot Campus

Rubina

M Phil Scholar, Department of Islamic Thought and Civilization (ITC), University of Management and Technology (UMT), Sialkot

Abstract

The concept of civil society is not as new as it is considered but it was originated in the late 18th Century in the European countries to get more emancipation from the monarchial and religious rules and laws. The given theory or idea of Hegel and Ferguson was to get the autonomous status of individuals. This paper explores the basic teachings of Islam on Civil Society in Pakistan. In what sense/form civil society can be constituted in traditional countries and what is generally understood, focusing on Pakistan's context? Furthermore, this paper focuses on whether civil society is problematic for traditional countries like Pakistan or not.

Keywords: Islam, Civil-Society, Traditionalism, Liberalism, Emancipation, Modernization

CC BY

تمہید

یہ امر انتہائی اہمیت کا حامل ہے کہ آئین پاکستان کو اسلامی بنانا کسی قسم کی آزاد روش سے بچنے کے مترادف ہے، خواہ وہ سول سوسائٹی کے روپ میں ہو یا کسی اور اعتبار سے ہو ہمیں یہ بھی دیکھنا ہے کہ ہم لادینیت کی طرف جا رہے ہیں یا آئینی معاشرتی حکومت کی طرف جا رہے ہیں اور ہمارے ملک میں جابر طاقتیں کیا چاہتی ہیں، ان سب کا جواب ذیل کی سطور میں اپنے مقام پر دیا جائے گا۔ اس مسئلہ کی ابتداء کو ہم تب تلک نہیں سمجھ سکتے جب تک ہم مختلف کاتب فکر کے درمیان تقابل نہ کر لیں، یہ امر ذہن نشین کر لینا چاہیے کے اسلام سول سوسائٹی کے تصور کا کلیتاً رد نہیں کرتا خواہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کو اسلامی ریاست میں ہی کیوں نہ بدل دیا جائے لٹریچر جو این۔جی۔اوز اور سماجی تحریکوں سے متعلق ہے وہ زیادہ تر سول سوسائٹی کے اعتبار سے ہے، جس میں زیادہ تر سماجی اور Functional تعلقات، افراد و گروپ کے درمیان بیان ہوتے ہیں، سول سوسائٹی سماجی اداروں اور گروپس کے درمیان تعلق کو بیان کرتی ہے جسکا نصاب دولت کی پیدائش، سماجی انصاف، عوام کو باعتبار بنانا اور تعصب کا خاتمہ کرنا ہوتا ہے۔ کچھ لٹریچر تجویز کرتا ہے کے این۔جی۔اوز شہریوں کے گروپس اور سماجی تحریکیں بعض اوقات اپنے واضح کیے مقاصد سے نیچے گر جاتی ہیں جو ملک اور قوم کے مفادات کو نقصان پہنچانے کا باعث بنتی ہیں۔ ان کا کردار فقط معاشرے میں توازن کو بگاڑنا بن جاتا ہے۔[1] یہی صورت حال آج کل پاکستان میں ہے جہاں سول سوسائٹی کے لوگ Feminism اور لبرل ازم کے نام پر معاشرتی توازن بگاڑنے کی سعی کر رہے ہیں۔

پاکستان میں سول سوسائٹی کا کردار اسلامی کردار کو کسی حد تک محدود کرنا اور اسے پرائیویٹ سطح تک لانا ہے پاکستان میں کئی سیکولر مذہب کو شخصی پراپرٹی اور فرد کی ذاتی حیثیت تک محدود رکھنے کے حامی ہیں۔ یہ تصور ریاست کے اسلامی تصور کے سراسر منافی اور خلاف ہے درحقیقت سول سوسائٹی اٹھارویں صدی یورپ کی پیداوار ہے۔ اس کی بنیاد کارل مارکس کے نظریات ہین اس کے نزدیک سول سوسائٹی کی اہم خصوصیت معیشت ہے جس کے بارے میں وہ دعوٰی کرتے ہیں کہ ریاست اس سے غیر متعلق ہے۔[2] یہ سوال بھی اہم ہے کہ سول سوسائٹی کس حد تک پاکستان میں جمہوریت اور اسلام کے لیے معاون ہے یا اس کے خلاف ہے اس طور سے کئی مفروضے ملتے ہیں ایک یہ کہ سول سوسائٹی کا کردار Democratization کے لیے اہم ہے اور جمہوریت کی تعمیر کے لیے اہم عنصر ہے اگر ایسی آرگنائزیشن اسلامی ہوں تو پھر مزید سوال ابھرتا ہے کہ کیا اسلام سیاسی تبدیلی کے لیے ایک اہم طاقت بن سکتا ہے۔ اس صورت میں اسلامی آرگنائزیشن کا کردار اہم ہو جاتا ہے یہ دیکھا جائے گا کہ کونسی تنظیم تحمل، برداشت Oriented ہے اور کونسی Extreme Oriented ہے کونسی تنظیم سول حقوق کی ترجمان ہے اور کونسی نہیں ہے۔ اس صورتحال میں این۔جی۔اوز اور سی، ایس، او کے رول اور کردار کو دیکھنا ہو گا اور اس کے پسِ پردہ محرکات کو بھی دیکھنا ہو گا کیونکہ اولاً کچھ اسکالر کہتے ہیں کہ سول سوسائٹی یورپ کی پراڈکٹ ہے اور گالنر[3] جیسے مخالف اسکالر کا کہنا ہے کہ سول سوسائٹی کبھی بھی روایتی معاشروں میں پنپ نہیں سکتی ان کا اشارہ اسلامک Exceptionalism کی طرف ہے جو یورپین سوسائٹیز سے یکسر مختلف ہے۔ اس اعتبار سے پاکستانی ریاست ان کے لیے بہت بڑی رکاوٹ ہے جو کہ روایتی ہونے کے ساتھ ساتھ اسلامی بھی ہے اس لیے مغربی فنڈنگ اس ملک میں کام کرنے والی غیر روایتی اور غیر اسلامی تنظیموں کے لیے بہت زیادہ اہم ہے۔ اس کا اندازہ حالیہ حقوقِ نسواں مارچ سے بھی لگایا جا سکتا ہے۔ اس طریقے سے کرس ہین[4] سول سوسائٹی کو اسلام متضاد خیال کرتا ہے ان کے نزدیک ہم جنسیت مسلم معاشرے میں پنپ نہیں سکتی۔، اسلامی ریاست سے ہرگز میری یہ مراد نہیں کہ

وہاں ایک کمیونٹی یعنی مسلم کمیونٹی ہو۔اسلامی تعلیمات تمام تر اقلیتوں کو مکمل حقوق فراہم کرتی ہے تاکہ وہ اپنے مذاہب کے مطابق زندگی گزار سکیں، بانیِ پاکستان اور آئین دونوں اس بات پر متفق ہیں۔پاکستان ہر پاکستانی کا ہے خواہ وہ مسلم ہو یا غیر مسلم اس بات کا اقرار ان کے ناقدین بھی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

"جناح عملی انسان تھا قانون دان اور آئین ساز تھا اس کا یقین تھا کہ مسلمان اقلیتوں کو بہترین صورت میں تحفظ دے سکتے ہیں ان ریاستوں میں جہاں مسلمان اکثریت میں رہتے ہیں اپنے صبر و تحمل کے ساتھ اپنے یقینِ محکم کے ساتھ اور اسی طرح دوسروں کی روایات کو تحفظ دے سکتے ہیں محمد علی جناح کے ہاں پاکستان اس لیے بنایا گیا تھا کہ وہ اس بات کا مظاہرہ کر سکیں کہ ایک مسلم اکثریت پر مبنی ریاست تمام شہریوں کی خواہشات، ضروریات کی تکمیل کر سکے"۔[5]

سول سوسائٹی کی ابتداء

جب متحدہ ہندوستان میں طبقاتی بلوے شروع ہوئے اور خصوصاً ان بلوں کا مسلمان شکار ہوئے، کانگریس ایک سیاسی پارٹی تھی مگر اس نے انڈین مسلمانوں کے خلاف ایک تحریک شروع کر دی، چاہیے تو یہ تھا کہ وہ برطانوی سامراج کے خلاف تحریک کا آغاز کرتی اس نے مسلمانوں کے خلاف تحریک کا آغاز شروع کر دیا۔دوسری طرف جب مسلمانوں نے کانگریس کی ہندوانہ پالیسیوں کو دیکھا تو مسلمانوں کے حقوق کے تحفظ کے لیے وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ ایک الگ سیاسی جماعت بنانا ناگزیر ہے جو مسلمانوں کے حقوق کا تحفظ کر سکے، مسلم لیگ کانگریس کے ردِ عمل میں قائم کی گئی اور مسلمانوں کے خلاف ہندوانہ پالیسیوں کے خلاف قائم کی گئی، سول سوسائٹی کا تصور کسی بھی معاشرہ میں اس وقت پڑتا ہے جب مرکزیت مکمل طور پر ختم ہو جاتی ہے یا اس کی عملی شکل برقرار نہیں رہتی۔پاکستان میں جمہوریت کے لیے ۱۹۹۰ء کا عشرہ خالص جمہوری دور تھا جمہوریت سازی پاکستان میں غیر بالغ حکومتوں کی وجہ سے فیل ہو گئی۔۱۹۹۰ء میں تین بڑے ایشوز نے مرکزیت کو متاثر کیا جنہوں نے GOs، PGOs اور NGOs کو مواقع فراہم کیے کہ وہ اپنے آپ کو ملک میں پروان چڑھا سکیں۔

۱۔پہلا سبب پارلیمنٹ میں کمزور اپوزیشن کا ہونا۔

۲۔دوسرا سبب پارلیمنٹ میں سیاسی و مذہبی جماعتوں کا کمزور کردار۔

۳۔تیسرا سبب پاکستان میں نسلی، لسانی ایشوز کا عروج پر ہونا۔

سول سوسائٹی کی ترویج

ملک میں سول سوسائٹی نے حکومتوں کے غیر مستحکم کردار اور مسائل کی وجہ سے اپنا راستہ خود ہموار کیا، اسی طرح ریاست کے باقی اداروں کے غیر مستحکم ہونے کی وجہ سے بھی سول سوسائٹی کا کردار پروان چڑھتا رہا۔غیر متوازن تعلقات جیسا کہ سول و فوجی طاقتوں کے درمیان، ریاستی ادرادروں اور سول اداروں کے درمیان، جمہوری اور غیر جمہوری طاقتوں کے درمیان نسلی تکثیریت پسند قوموں کے درمیان اور قومیت پسندی اور انفرادیت پسندی نے پاکستانی معاشرہ کو عدم توازن کا شکار کر دیا۔جس کی وجہ سے سول سوسائٹِ کا اثر ورسوخ بڑھتا رہا۔ان غیر مستحکم و غیر متوازن تعلقات کی بنا پو اشرافیہ کی حکومت یا اس سے ملتی جلتی اقسام پرورش پاتیں رہیں اور ریاست کی تہ تک پہنچ گئیں، جمہوری روایات کی عدمیت کی بنا پر جو ترقی تدریجاً ہونی چاہیے تھی وہ نہ ہو سکی اور قومی مفاد اور لوگوں میں حب الوطنی کی لہر یا تو ختم ہو گئی یا سرد پڑ گئی اور اس کے مقابلے میں افرادی معاملات اور انفرادی مفادات سامنے آنے لگے۔

آج بھی اسلامی جمہوریہ پاکستان میں اختیارات کی تقسیم کے مسائل، حکومت اور حزب اختلاف تعلقات، وفاق اور صوبوں کے درمیان تعلقات آرمی اور سول انتظامیہ کے درمیان تعلقات اور عدلیہ کے درمیان تعلقات ملک کو کمزور کرتے جا رہے ہیں جس کی وجہ سے درحقیقت ملک میں بین الاقوامیت کی فضا قائم ہو گئی جو ملک کے وجود اور استحکام کے خلاف زہر ہلال ہے۔ دوسری طرف ہماری مذہبی اور جدید کمیونٹی کے درمیان وسیع خلیج حائل ہو چکی ہے۔ جدید طبقہ مذہبی طبقہ کو ووٹ اس لیے نہیں دیتا کیوں کہ وہ سمجھتا ہے کہ یہ ایک محدود اسلام کی ترجمانی کرتا ہے اس بنا پر انہوں نے اس طبقہ کو جدا کر دیا ہے۔ اور انہیں عملی نظریاتی اعتبار سے ریاست سے باہر نکال دیا ہے۔ ریاست میں مذہبی نمائندگی انفرادی طور پر رہی جس کی بنا پر پالیسز میں غیر ہم آہنگی اور غیر مستقل مزاجی پائی گئی۔ میرے نظریے میں اس کی بنیادی وجہ مذہبی طبقہ میں اختلاف تھا۔ جنہوں نے اپنے فروعی مسائل میں اپنی تمام طاقتیں صرف کر دیں اور دراصل جو اسلام تھا اسے ثانوی حیثیت دے دی۔

مخلص لوگوں کے ساتھ رویہ

چند ایک مخلص تھے اور ان کی خدمات فقط خالص اسلام کے لیے تھیں بعض نے ان کو بھی فرقہ کا ٹائٹل لگا کر ریاستی اداروں سے باہر کر دیا۔ جس کی وجہ سے ان کی محنت شاقہ کو بھی پس پشت ڈال دیا اور ان کو کنارہ کشی پر مجبور کر دیا گیا۔ سماجی طور پر ہماری پرورش جاگیر درانہ پالیسیوں کی سرپرستی میں ہوئی ہمارا جاگیر درانہ نظام ۱۹۹۲ء سے ۱۹۹۴ء تک چلتا رہا مذہبی طور پر ریاست پاکستان کو نظریاتی تصور میں قائم کیا گیا۔ لیکن قیام کے فوری بعد یہ ریاست نظریاتی اختلافات کا شکار ہو گئی۔ یہ ایک امر مسلم ہے کہ ہم پاکستانیوں کی آمریت اور جاگیر داریت میں ہماری پرورش ہوئی جہاں مثالیت کا یا تو مکمل فقدان تھا یا شاذ و نادر ہی نظر آتی تھی مذہبی اور سیاسی منظر نامہ پر۔ سیاسی طور پر بھی ہمیں بدعنوان اور غیر مخلص قیادت ملی جو ایسی پوزیشن میں نہ تھی کہ وہ چیلنجز کا سامنہ کر سکتی ہو اس کے پس پردہ کوئی بھی وجہ ہو انہوں نے اپنی یہ پوزیشن خود بنائی کیونکہ ان کے ذاتی مفاد ریاستی مفادات یا قومی و ملی مفادات سے زیادہ اہم تھے ہر قوم کی کچھ اعتقادی، نظریاتی اور ثقافتی بنیادیں ہوتی ہیں پاکستانی قوم کی اپنی روایات، ثقافتیں اور اعتقادات ہیں جو کہ دوسرے کلچر سے بلکل مختلف ہیں۔ لیکن اسلامی معاشرہ میں اختلافات تھے اور ابھی تک موجود ہیں لیکن اس کشمکش کو کیسے حل کرنا ہے اس کا باقاعدہ لائحہ عمل طہ نہیں ہو سکا اس طریقے کو عربی میں صلح کہتے ہیں اور انگلش میں Peacemaking کہتے ہیں اور مصالحہ بھی کہتے ہیں اور یہ مسلم سوسائٹی کی ممتاز خصوصیات میں شامل ہے۔

سول سوسائٹی کا کردار

سول سوسائٹی کا رکن لوگوں کے درمیان مسائل مصالحہ سے حل کراتا ہے حتی کہ سول سوسائٹیاں قائم کی گئیں۔ لوگوں کے مسائل حل کرنے کے لیے اگر ان کے درمیان امن شانتی اور مصالحت جیسے مقاصد ہوں تو یہ عین اسلام ہے مفاہمت ملک میں سوسائٹی کے اراکین کے ذریعہ قائم ہوتی ہے لیکن قضاۃ اور تحکیم یہ اداراتی طریقے ہیں مسائل یا جھگڑے حل کرنے کے لیے صلح ایک عملی طریقہ کار ہے[6]۔ مسلمانوں کے سماجی و معاشرتی غیر رسمی طور پر مسائل حل کرنے کے لیے ہماری روایات، اقدار اور رویے جس کا اثر ہوتا ہے لوگ اپنے مسائل ان کے مطابق حل کرتے ہیں۔ اسلام ان کا بھی رد نہیں کرتا لیکن اسلام کبھی بھی روایات کو نظر انداز نہیں کرتا جب تک وہ اسلامی روح سے متسادم نہ ہوں نبی ﷺ اسلامی دور سے قبل اپنے بچپن میں ایک ثالث اور مصلح کے لقب سے ملقب تھے آپ مسائل کا حل ایک ثالث اور صالح کی حیثیت سے کرتے تھے جیسے حجر اسود کی تنصیب کا مسئلہ تھا اور حلف الفضول کا مسئلہ پورے معاشرہ میں رسول اللہ ﷺ مسائل حل کرنے کا ذریعہ سمجھے جاتے تھے۔

یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ بانی پاکستان بھی افراد کے حقوق کی ترجمانی کرتے تھے قطع نظر اس سے کہ وہ مسلمان ہے یا غیر مسلمان اگر ان کے خطابات کا جائزہ لیا جائے تو وہ افراد اور اجتماع دونوں کے حقوق کے علمبر دار تھے انہوں نے اپنے ایک خطاب میں فرمایا:

> "سول سوسائٹی کا تعلق لوگوں کے مسائل سے ہوتا ہے۔ معاشرہ میں ہیدا ہونے والے مسائل لوگوں کے حقوق کے لیے آواز بلند کرنا اور ان کے پیش آمدہ مسائل کو حل کرنے کے لیے رضاکارانہ اپنی خدمات پیش کرنے جیسے نظریات شامل ہوتے ہیں سول سوسائٹی جیسے نظریات سرمایہ درانہ نظام سے لیے گئے ہیں وگرنہ اسلامی نظامِ معیشت میں ہر فرد کو اس کے حقوق دیے گئے ہیں اور یہ حقوق دینا ریاست کی ذمہ داری ہوا کرتی ہے اور اسلامی نظام ہی اس کی بقا اور فلاح ہے۔"[7]

سول سوسائٹی کا تصور تدریجاً وجود میں آیا ابتداء میں اس نے مغرب کو اپنی لپیٹ میں لیا سولویں صدی میں جب اس کا آغاز ہوا کہ ریاست کا کوئی مذہب نہیں ہوتا بلکہ وہ تو سول بالادستی ہوتی ہے، وہ وحی اور مذہب سے بالکل جدا ہے اس کا آغاز مغرب میں "تحریک اصلاح" کے نام سے شروع کیا گیا اس کے سامنے عیسائی مذہب اپنی روایات برقرار نہ رکھ سکا اور مغرب میں اس نظریہ کو پروان چڑھایا گیا اس نظریہ نے اپنے اوپر انسانی حقوق کا لبادہ اوڑھ کر صرف دو صدیوں میں اپنے نظریہ انسانی تصور سے ہی استعماریت حاصل کرلی۔ چونکہ اس موجودہ زمانہ میں دنیا کے تمام مذاہب و تہذیب مغربی سوچ و فکر سے متاثر ہیں تو ان کی طرح ارض پاکستان بھی اس سوچ و فکر سے بے حد متاثر ہوئی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہمارے معاشرے کا بھی یہ نظریہ بن چکا ہے کہ سول سوسائٹی کا تصور اور قیام پاکستان میں بھی بے حد ضروری ہے۔

اسلامی معاشرہ اور سول سوسائٹی

۱۔ Lineage جسے ہم "صلہ رحمی" کہتے ہیں محبت پر قائم ہوتی ہے بنیادی طور پر تمام مذہبی معاشرے "صلہ رحمی" کی بنیاد پر قائم ہوتے ہیں جن کی بنیاد میں اتفاق، اتحاد، قربانی اور محبت ہوتی ہے اور یہ عناصر مذہب کی بنیاد میں شامل ہوتے ہیں۔

۲۔ سول سوسائٹی یا جمہوری سوسائٹی کی بنیاد مقاصد پر ہوتی ہے جس سے مراد یہ ہے کہ آپ اپنے خاص مقاصد جو اپنے لیے متعین کیے ہیں حاصل کرنے کے لیے دوسروں کے ساتھ معاہدہ کرنے کا نام ہوتا ہے جس میں فریقین کے ذاتی مقاصد ہوتے ہیں اور ان کی تکمیل کے لیے ایک دوسرے کے ساتھ تعلقات استوار کرتے ہیں سول سوسائٹی میں معاشرے کا قیام باہمی مفادات میں ہوتا ہے۔

۳۔ سول سوسائٹی میں مذہب کی جگہ قانون اور حقوق نے اختیار کرلی جو حیثیت مذاہب میں دینی اقدار کو ہوتی ہے وہی حیثیت حقوق اور قانون کو دی جاتی ہے۔

سول سوسائٹی اور این۔جی۔اوز

سول سوسائٹی کو قائم کرنے کے لیے جو آرگنائزیشن کام کررہی ہیں ان کو این۔ گی۔ اوز کہتے ہیں ان کے پیچھے بھی استعمار کا ہاتھ ہے اور ان کے جملہ مقاصد میں سے ایک بڑا مقصد {Self interest} کی بنیاد پر لوگوں کو تقسیم کرنا ہوتا ہے، معاشرے میں پہلے سے موجود فطری صف بند کو ختم کرکے اغراض کی بنا پر ان کو منظم کیا جاتا ہے۔

سول سوسائٹی اور سرمایہ درانہ نظام

ان کا طریقہ واردات یہ ہوتا ہے کہ یہ کسی سنگل مسئلہ کو لیتے ہیں مثلاً پانی کا مسئلہ، تعلیم کا مسئلہ، بنیادی حقوق کا مسئلہ، عورتوں کے حقوق کا مسئلہ اس طرح لوگوں کے بنیادی مسائل اجاگر کرنے کے لیے ان میں آگاہی پیدا کی جاتی ہے اس کے پس پردہ لوگوں میں خود غرضی پیدا کی جاتی ہے اور ان کے اندر خود غرضی کو بنیاد بنا کر سرمایہ درانہ نظام قبول کرنے کی صلاحیت پیدا کی جاتی ہے دوسرے الفاظ میں ہم یوں کہہ سکتے ہیں سول سوسائٹی کا قیام سرمایہ درانہ نظام کو متعارف کرانے کا پیش خیمہ ہوتا ہے جہاں پر سنگل ایشو پر تمام قوت صرف کی جاتی ہے جہاں لوگوں کو اپنی خواہشات کی تحصیل میں راستہ مل جاتا ہے۔[8] اگر ہم اسلامی تعلیمات کی ورق گردانی کریں تو مساءل کا حل اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہوا کرتی تھی معاشرے میں پیدا ہونے والے تمام سماجی مسائل کا حل رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یا پھر اسلامی ریاست کا سربراہ براہ راست حل پیش کرتا جس کی بے شمار مثالیں تاریخی اوراق میں محفوظ ہیں بلکہ اسلام تو اس سے آگے کی بات بھی کرتا ہے اور اس کی ترغیب بھی دیتا ہے۔ اور معاشرے کے معاملات کو بھی حق دیا جس کو حقوق العباد کا نام دیا جاتا ہے حتی کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جبریلؑ مجھے پڑوسی کے ساتھ سلوک کی ترغیب دیتے رہے اور مجھے خدشہ ہونے لگا کہ کہیں پڑوسی کو وراثت کا حصہ دار نہ بنا دیا جائے اور رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنے ساتھیوں کے حق میں بہتر ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ: "اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗٓ اُمَّهٰتُهُمْ"[9] نبی مسلمانوں کے معاملہ میں ان سے بھی زیادہ دخل دینے کا حقدار ہے، اور اس کی بیویاں ان کی مائیں ہیں"۔

نبی ﷺ مسلمانوں پر ان کی جانوں سے بڑھ کر حریص تھے اور ان کے حقوق، مسائل خود حل کیا کرتے تھے۔

"لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ"[10] "البتہ تحقیق تمہارے پاس تم ہی میں سے رسول آیا ہے، اسے تمہاری تکلیف گراں معلوم ہوتی ہے تمہاری بھلائی پر، وہ حریص (فکرمند) ہے مومنوں پر، نہایت شفقت کرنے والا مہربان ہے"۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: "والله لا يؤمن، والله لا يؤمن، والله لا يؤمن، قيل: من يا رسول الله؟ قال: الذي لا يأمن جاره بوائقه"[11] فرمایا: وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہو سکتا جس کے ہمسایے اس کی اذیت رسانی سے محفوظ نہ ہوں"۔

معاشرتی مسائل اور رسول اللہ ﷺ کا طرز عمل

ا۔ مسلمانوں میں مواخات کا قیام

مدینۃ الرسول ﷺ میں جب مہاجر غموں، پریشانیوں اور ظلموں کے ستائے مدینہ میں آئے تو مہاجرین بے سروسامان و بے آسرا تھے نہ رہنے کے لیے مکان اور نہ زندگی گزارنے کے لیے مال و متاع تھا اس پریشانی کے عالم میں رسول اللہ ﷺ نے ایک معاشرہ کے قیام کے لیے وہ مثال قائم کی جو رہتی دنیا تک اپنی مثال خود بن کر رہے گی۔

علامہ ابن القیمؒ فرماتے ہیں: "ثم اخى رسول الله ﷺ بين المهاجرين والانصار فى دار انس بن مالك وكانو تسعين رجلاً نصفهم من المهاجرين من الانسار ،اخى بينهم على المواساة و يتوارثون بعد الموت دون ذوى الارحام الى حين وقعة بدر"۔[12] "پھر رسول اللہ ﷺ نے مہاجرین و انصار کے درمیان حضرت انس بن مالکؓ کے گھر میں مواخات قائم کی جن کی تعداد نوے تھی آدھے مہاجرین تھے اور آدھے انصاری، ان کے درمیان باہمی الفت کی بنیاد پر

مواخات قائم کی اور وہ مرنے کے بعد ایک دوسرے کی وراثت میں شریک ہوتے تے رشتہ داری کے تعلق کے علاوہ بھی یہاں تک واقعہ بدر وقوع پذیر ہوا"

۲۔ پریشانی اور مصیبت دور کرنے میں اجر

رسول اللہ ﷺ نے مصیبت پریشانی دور کرنے میں کس قدر اجر بیان کیا ہے جو معاشرتی مسائل حل کرنے میں کس کس قدر اہم ہے جہاں ہر ایک دوسرے کے مسائل حل کرنے میں پیش پیش وہاں الگ سے سول سوسائٹی کے قیام کی کوئی ضرورت نہیں پڑتی وہاں پر ہر فرد دوسرے کے مسائل حل کرنے میں اپنی خوش بختی محسوس کرتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: "من كان في حاجة اخيه كان الله في حاجته"[13] "جو شخص اپنے بھائی کی ضرورت پوری کرے، اللہ تعالیٰ اس کی ضرورت پوری کرے گا"۔ مسلمانوں کی ضروریات پوری کرنے کے متعلق فرمایا: "ايما مسلم كسا مسلما ثوبا على عري كساه الله من خضر الجنة، وايما مسلم اطعم مسلما على جوع اطعمه الله من ثمار الجنة، وايما مسلم سقى مسلما على ظمإ سقاه الله من الرحيق المختوم"[14] "جس مسلمان نے کسی مسلمان کو کپڑا پہنایا جب کہ وہ ننگا تھا تو اللہ اسے جنت کے سبز کپڑے پہنائے گا، اور جس مسلمان نے کسی مسلمان کو کھلایا جب کہ وہ بھوکا تھا تو اللہ اسے جنت کے پھل کھلائے گا اور جس مسلمان نے کسی مسلمان کو پانی پلایا جب کہ وہ پیاسا تھا تو اللہ اسے (جنت کی) مہر بند شراب پلائے گا"۔

۳۔ یتیموں کے سرپرست شفقت

جب عبد اللہ بن عبد الاسد شہید ہوئے تو اپنے سوگوارن میں چار بیٹے چھوڑ کر گئے اب رسول اللہ ﷺ نے جب دیکھا کہ یتیم بچے ہیں تو ام سلمہ کو اپنے ساتھ شادی کی پیشکش کر دی ام سلمہ نے کہا میرے یتیم بچے ہیں اور میری غیرت یہ بات گوارہ نہیں کرتی تو رسول اللہ ﷺ نے ان الفاظ میں جواب دیا: "اما قولك إني امراة غيرى، فسادعو الله لك فيذهب غيرتك، واما قولك إني امراة مصبية، فستكفين صبيانك"[15] "تمہاری یہ بات کہ میں ایک غیرت مند عورت ہوں (اس کا جواب یہ ہے کہ) میں اللہ تعالیٰ سے تمہارے لیے دعا کروں گا، اللہ تمہاری غیرت (اور سوکنوں کی جلن) دور کر دے گا، اور اب رہی تمہاری (دوسری) بات کہ میں بچوں والی عورت ہوں تو تم (شادی کے بعد) اپنے بچوں کی کفایت (و کفالت) کرتی رہو گی"۔

۴۔ حیوانوں کے حقوق

انسان تو انسان رسول اللہ ﷺ نے حیوانوں تک کے حقوق کا تحفظ کیا ہے اور ان کو ان کے حقوق دلائے ہیں جو اس بات کا ثبوت ہیں کہ ریاست اسلامی ہر طرح کے حقوق کے لیے پیش پیش تھی اور نبی ﷺ تمام مخلوقات کے لیے رحمت بن کر آئے تھے آپ ﷺ نے ان جانوروں کے بارے میں فرمایا: "اتقوا الله فى هذه البهائم المعجمة، فاركبوها صالحة، واتركوها صالحة"[16] "ان بے زبان جانوروں کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔ لہٰذا مناسب طریقے پر ان پر سواری کرو اور ان کی بھوک پیاس کا خیال رکھو) اور مناسب طریقے پر ان کو چھوڑ دو (یعنی تھکنے سے پہلے سواری ختم کر دو"۔ اسلام تو جانوروں کے حقوق کا بھی تحفظ کرتا ہے اس ضمن میں رسول اللہ ﷺ کی حیات مقدسہ سے ایک مثال آپ کے سامنے پیش کرنا چاہوں گا۔ "كنا مع رسول الله ﷺ فى سفر فنطلق لحاجته فراينا حمرة {طائر صغير}معها فرحان فاخذنا فرخِها فجاءت الحمرة فجعلت تعرش فجاء النبىﷺ فقال "من فجع هذه بولدها ؟ردو اليها ولدها"[17]

"عبد الرحمٰن بن عبد اللہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بشری حاجت کے لیے تشریف لے گئے، ہم نے (چڑیا کی طرح کا) ایک سرخ پرندہ دیکھا، اس کے ساتھ اس کے دو بچے تھے، ہم نے ان بچوں کو پکڑ لیا۔ تو وہ پرندہ (ان کے گرد منڈلانے اور) اپنے بازو پھڑ پھڑانے لگا، اتنے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور پوچھا: ”اس پرندے کو اس کے بچوں کی وجہ سے کس نے رنج پہنچایا ہے؟ اسے اس کے بچے لوٹا دو"۔

۵۔ غلاموں کے حقوق کا تحفظ

رسول اللہ ﷺ عام انسانوں کی طرح غلاموں کا بھی خیال رکھتے تھے اور ان سے زیادہ مشقت جو ان کی طاقت میں نہ ہو سے منع کرتے اور ان کو دی جانے والی سزا سے بھی روکا کرتے تھے۔

۱۔ حضرت انس بن مالک کی واضح مثال موجود ہے آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے کبھی مارا نہیں کبھی سخت الفاظ میں مخاطب نہیں ہوئے اور نہ کبھی جھڑ کا اور کبھی یہ بھی نہیں کہا کہ یہ کام تجھے کہا تھا نہیں کیا اور میں آپ ﷺ کی خدمت میں دس سال رہا کبھی ایسا وقعہ پیش نہیں آیا۔

۲۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود فرماتے ہیں:

"كنت اضرب غلاما لي، فسمعت من خلفي صوتا اعلم ابا مسعود، قال ابن المثنى مرتين: لله اقدر عليك منك عليه , فالتفت فإذا هو النبي صلى الله عليه وسلم، فقلت: يا رسول الله، هو حر لوجه الله تعالى، قال: اما إنك لو لم تفعل للفعتك النار او لمستك النار"[18] میں اپنے ایک غلام کو مار رہا تھا اتنے میں میں نے اپنے پیچھے سے ایک آواز سنی: اے ابو مسعود! جان لو، اللہ تعالیٰ تم پر اس سے زیادہ قدرت و اختیار رکھتا ہے جتنا تم اس (غلام) پر رکھتے ہو، یہ آواز دو مرتبہ سنائی پڑی، میں نے مڑ کر دیکھا تو وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تھے، میں نے عرض کیا: اللہ کے رسول! وہ اللہ کی رضا کے لیے آزاد ہے، آپ نے فرمایا: ”اگر تم اسے (آزاد) نہ کرتے تو آگ تمہیں لپٹ جاتی یا آگ تمہیں چھو لیتی"۔

حضرت ابو بکر صدیق اور حقوق العباد

حضرت ابو بکر صدیق نے جیسے ہی منصب خلافت سنبھالا منبر خلافت پر بیٹھنے کے بعد اپنی ذمہ داریوں کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا جو بالکل واضح تھے کہ لوگون کے حقوق کا تحفظ ریاست کے ذمہ ہے۔ اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہوتی ہے وہ لوگوں کے حقوق کا تحفظ کرے جب ریاست تحفظ کرے گی تو الگ سے کسی سول سوسائٹی کے قیام کی ضرورت نہیں پڑتی۔ آپ نے فرمایا:

"ايها الناس قد وليت عليكم ولست بخيركم فان احسنت فاعينونى وان اساءت فقوموني الصدق امانة والكذب خيانة و الضعيف فيكم قوى عندى حتى آخذله حقه والقوى عندى ضعيف حتى آخذ منه الحق"[19] "اے لوگو مجھے تم پر امیر مقرر کیا گیا حالانکہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں چنانچہ اگر میں نیکی کروں تو میری مدد کرنا اور اگر میں غلطی کا ارتکاب کروں تو مجھے سیدھا کرنا سچائی امانت ہے اور جھوٹ خیانت ہے تمہارا کمزور میرے نزدیک طاقتور ہے یہاں تک کہ میں اس کا حق لے کر اسے لوٹا دوں اور طاقتور میرے نزدیک کمزور ہے یہاں تک کہ میں اس سے حق لے لوں"۔

خلاصہ بحث

اسلام ایک معتدل دین ہے جو ہر قسم کے غلو سے بچنے کی تلقین کرتا ہے۔ دو عشروں سے اسلامی رجحانات رکھنے والے معاشرے مسلسل لادینی رجحانات کی مخالفانہ روش کا شکار نظر آتے ہیں۔ حتیٰ کہ اسلامی ذہن بھی مغربی آزاد پسندی کے نعرہ سے مغلوب دکھائی دیتا ہے۔ اس پس منظر میں یہ بیان کیا گیا کہ کچھ این جی اوز ایسی ہیں جو اسلام کے حقیقی چہرے کو دنیا کے سامنے پیش کرتی ہیں تاکہ مذہبی ہم آہنگی کو مسلمانوں کے درمیان فروغ دیا جاسکے۔ لیکن سول سوسائٹی کی آزادانہ روش کے لیے یہ ناقابل قبول ہے۔ سول سوسائٹی کی آزادانہ ماحول کو کم کرنے کے لیے مذہبی رجحان رکھنے والی این جی اوز نے ایک اتحاد قائم کیا جو یونین آف این جی اوز آف اسلامک ورلڈ کہلاتا ہے۔ اسکا مقصد یک زبان ہو کر معاشرے کو مادر پدر آزادی کے تصور سے بچانا اور اصل آزادی کے تصور سے روشناس کرواناہے۔ یہ اتحاد مسائل کا اجتماعی حل پیش نہیں کرتا کیونکہ عملی اعتبار سے اور لوکل سطح پر اسکا اثر ورسوخ نہیں ہے۔ اسکی بنیادی وجہ عالمی مذہبی استحکام کے عنصر کا نہ ہونا ہے۔ اسلیے اسلامی این جی اوز کو عالمی مذہبی استحکام کے لیے کام کرنے کی ضرورت ہے۔

References

[1] J. Fox "How does Civil Society thicken? The political construction of social capital in rural Mexico world development 24, no.6 (1996):1089,110; J. A. Booth and P. B Richard, Civil society and political context a central America. American behavioral centrist 42, no. 1 (1998):33-46.

[2] Kumar Krishan, " Global civil Society "Archives Eurpences de Sociologie 48, no. 3 (2007):413.439.

[3] Gellner, Conditions of liberty,71,103.

[4]Chris Hann, *Introduction; Political Society and Anthropology*", in Chris Hann and Elizabeth Damn, eds, civil Society: Challenging western models (London and New Yark: Routledge,1996), 15.

[5] .Ziring : University of California Press. Stable URL.946-931.ppx (198416:052019-01-09: Accessed xx sep) 9. No, 24.vol, From Islamic Republic to Islamic State in Pakistan. Asian Survey.Lawrence www.jstor.org/stable/264477UTC

[6]Agnieszka Bron and Michael Schemmann, eds. *Civil Society, Citizenship, and Learning* (LIT: 2001).

[7]J Berger, "Religious Nongovernmental Organizations: An Exploratory Analysis." Voluntas: International Journal of Voluntary Organizations 14(1): 15 - 39.

[8] I Wallerstein, *The Modern World System: Capitalist Agriculture and the origins of the European World Economy in the Sixteenth Century*. (New York: Academic Press, 1974)

[9] Al-Aḥzāb 6:33.

[10] Al-Taubah 9:128.

[11] Abū 'Abdullah Muhammad Ibnn Ismā'īl al-Bukhārī, *Al-Jām'i al-Ṣaḥīḥ al-Bukhārī*, second edition, Dilhajah (Riyadh: Dār al-Salām, 1419 AH), Hadith no: 6016.

[12] Ibn al-Qayyim, Abū 'Abdullah Shams al-Deen, Muhammad Ibn Abī Bakr, *Zad al-M'ād fi hadyi khyrul 'bād*.

[13] Al-Bukhārī, *Al-Jām'i al-Ṣaḥīḥ al-Bukhārī*, Hadith no: 2442.

[14] Abū Dā'wūd, *Sunan Abī Dā'wūd*, First Edition Muharam (Riyadh: Dār al-Salām, 1420 AH), Hadith no: 1682.

[15] Ibn 'Abd al-Raḥmān Ahmad Ibn Sho'aib, *Al-Nisā'ī* (Riyadh: Dār al-Salām), Hadith no: 3256.

[16] Abū Dā'wūd, *Sunan Abī Dā'wūd*, 2548.
[17] Abū Dā'wūd, *Sunan Abī Dā'wūd*, 2675.
[18] Abū Dā'wūd, *Sunan Abī Dā'wūd*, 5159.
[19] 'Abd al-Mālik Ibn Hishām, *Al-Seerah al-Nabawyyah* (Dār Ibn Kathir)